داستانِ دل

جون 2016

ماہِ رمضان و عید کی خصوصی تحریریں

روزِ عید

آج عید ہے کس قدر پر رونق کس قدر اداس دن۔۔۔ مجھے تو یہ دن دوسرے تمام دنوں سے زیادہ روکھا اور پھیکا لگ رہا ہے۔ یہ تہوار جب آتے ہیں تو دل کتنا دکھی ہو جاتا ہے۔ بچھڑے ہوؤں کی یاد کتنی شدت سے آتی ہے۔ وہ بچھڑے ہوئے لوگ جن کے بغیر خوشیوں کا احساس ادھورا ہے۔۔۔ انسان کا بس نہیں چلتا کہ گمشدہ۔۔۔ لٹے مٹے چہروں کو کہیں سے ڈھونڈ لائیں اور ان کے سنگ یہ خوشیوں بھری عید منائیں جن کو وقت کا دھارا لپیٹ کر دور اپنے ساتھ لے گیا۔ ہاں وقت بہت ظالم ہے۔ کبھی کبھی اتنی پیاری ہستیوں کو ہم سے جدا کر دیتا ہے جن کے بغیر ہم جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس خوشیوں اور قہقہوں سے بھرپور عید کے دن ہمیں وہ اتنی شدت سے یاد آتے ہیں کہ ہمارا دل ان کی یاد میں جھوم اٹھتا ہے اور یہ کوشش کرتا ہے کہ ان کو کہیں سے ڈھونڈ کر لائے اور ان کے سنگ یہ خوبصورت دن گزارے۔۔۔ مگر۔۔۔ اے کاش ایسا ہو اور بچھڑے ہوئے ساتھی اور دوست یوں عید کے موقع پر مل جائیں۔

جاوید خان بلوچ، شوالہ خوشاب

سحری افطاری کا معمول

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے (مسند صحیح بخاری شریف) حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کرنے والوں پر اپنی رحمتیں نازل کرتے ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل) حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا میرے بندوں میں مجھے پسند وہ ہے جو افطار میں جلدی کرے (سنن الترمذی) حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو اسے چاہیے کہ کھجور سے کرے کیونکہ اس میں برکت اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے کرے کیونکہ پانی پاک ہوتا ہے (سنن الترمذی)

ملک محمد منیب ڈھکو 101/D ساہیوال۔

پورا مہینہ خصوصی اہتمام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان المقدس کا مہینہ آتا تو رسول اللہ ﷺ کمر بستہ ہو جاتے اور جب تک رمضان المبارک کا مہینہ گزر نہ جاتا بستر واپس نہ آتے (صحیح ابن خزیمہ) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب رمضان المبارک کا مہینہ داخل ہوتا تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور نماز کثرت ہو جاتی اور دعا میں بچوں کی طرح روتے اور گڑگڑاتے اور اس ماہ میں نہایت محتاط ہو جاتے۔

انتخاب: محمد حنیف آزاد

روزہ دار پر اللہ کا انعام

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بنی آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزہ کے روزہ صرف میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دیتا ہوں اور روزہ ڈھال ہے۔ جس دن تم میں سے کوئی روزہ سے ہو تو نہ فحش کلامی کرے اور نہ جھگڑے اور اگر اسے کوئی گالی دے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک سے زیادہ پسند ہے روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں جن سے اسے فرحت ہوتی ہے جو وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری جب وہ اپنے رب سے ملے گا وہ اپنے روزہ کی وجہ سے خوش ہوگا۔ (حدیث صحیح بخاری شریف)

تحریر: محمد شہزاد جعفر چشتی

عید غزل

میری تنہائی میں یہ عید روتی ہوئی
اک غزل میری سوچوں میں الجھی ہوئی
وہ خیال ہے کہ خواب ہے کوئی
جو میرے اضطراب میں ہے گھلی ہوئی
اے عید پیام کوئی اُن کا بھی لا دے
میری ہر تخلیق ہے ادھوری پڑی ہوئی
کوئی تو روشنی کرے میرے دل میں
اس عید پر بھی میرے دل کی شمع بجھی ہوئی
وہ مہ جبیں میری دسترس سے نکل گئی انجم
جیسے فضا میں خوشبو کوئی بکھری ہوئی

شاعر محمد خان انجم دیپالپور

ہمارے خصوصی نمائندے

افضل آزاد لاہور، محسن علی طاب فرید ٹاؤن، علی رضا فیصل آباد، شیراز احمد بہاولنگر، داؤد علی بورے والا، امتیاز ہڑپہ۔

نوٹ: ہمیں خصوصی نمائندوں کی ضرورت ہے خواہشمند حضرات جلد سے جلد رابطہ کریں۔ رابطہ نمبر: 0322-5494228

بزرگ اور بچہ

ایک چھوٹا سا نادان بچہ ایک بزرگ کے ساتھ بیٹھا بحث کر رہا تھا کہتا کہ بابا جی آپ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خزانے میں کمی نہیں ہوتی اگر کوئی بھی چیز اچھی طرح سے بھری ہوئی ہو تو اس میں سے تھوڑا تھوڑا کچھ نکلتے رہیں تو وہ خالی ہو جاتی ہے۔ تو بزرگ بابا جی کہنے لگے بیٹا لیکن اللہ تعالیٰ کے خزانے میں کمی نہیں ہوتی لیکن وہ بچہ نہ مانا تو بزرگ نے کہا کہ بیٹا جب رات ہوگی تو میں تجھے یقین دلاؤں گا رات ہوئی تو بزرگ اور بچہ ایک بستی میں داخل ہوئے تو بزرگ نے کہ کہ بیٹا اپنا دیا روشن کر دیا روشن کیا تو بابا جی نے کہا کہ بیٹا اس دیے سے ساری بستی کے دیے روشن کر ساری بستی کے دیے روشن کرنے کے بعد بابا نے پوچھا کہ بیٹا ساری بستی کے دیے روشن کرنے بعد تیرے دیے روشنی کم ہوئی۔ تو بچہ حیران ہوا تو بزرگ نے کہا کہ بیٹا آپ کو اللہ تعالیٰ کے خزانے بڑے ہیں اس کے خزانوں میں کمی نہیں آسکتی۔ علم کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ٹینکی میں پانی ہوگا تو ٹونٹی تک آئے گا۔ آپ کامیاب ہیں۔ لیکن انسان ہارتا کب۔ جب انسان خود ہار تسلیم کر لیتا ہے۔

تحریر: آصف جاوید زاہد 0304-6552827

روزہ اور استقبال رمضان

روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے جسے ماہ رمضان میں فرض کیا گیا ماہ رمضان ہر سال اللہ کی طرف سے نعمتوں، رحمتوں اور بخشش کے ان گنت خزانے لے کر آتا ہے۔ یہ مقدس مہینہ ہم سب کو یہ پیغام دیتا ہے کہ ہم مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں ایک دوسرے کے قریب ہیں اور باہم رحمت و شفقت کے پیکر بن جائیں۔ روزہ کا لغوی معنی ہے کسی چیز سے رکنا اس کو ترک کرنا، اور روزہ کا شرعی معنی ہے مکلف اور بالغ شخص کا ثواب کی نیت سے طلوع فجر سے لیکر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات کو ترک کرنا اور اپنے نفس تقویٰ کے حصول کے لیے تیار کرنا۔

مالا ئکہ جٹ، ساہیوال

روزہ روحانی درجات کی ترقی کا بہترین ذریعہ ہے

روزہ رکھنے سے کھانے پینے اور شہوانی لذت میں کمی آتی ہے جس سے حیوانی قوت کم ہو جاتی ہے اور روحانی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ کھانے پینے اور شہوانی عمل کو ترک کر کے بندہ بعض اوقات اللہ کی صفت بے نیازی سے متصف ہو جاتا ہے۔ بھوک اور پیاس پر صبر کرنے سے انسان کو مشکلات اور مصائب پر صبر کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے اور مشقت برداشت کرنے کی مشق ہو جاتی ہے۔ خود بھوکا اور پیاسا رہنے سے انسان کو دوسروں کی بھوک اور پیاس کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کا دل غرباء کی مدد کی طرف مائل ہوتا ہے بھوک پیاس کی وجہ سے انسان گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رہتا ہے بھوکا پیاسا رہنے انسان کا تکبر بھی ٹوٹتا ہے اس سے احساس ہوتا ہے کہ وہ کھانے پینے کی معمول مقدار کا کس قدر محتاج ہوتا ہے بھوکا دینے سے ذہن تیز ہوتا ہے اور بصیرت کام کرتی ہے۔

محمد احمد، ساہیوال

رمضان المقدس میں حضور ﷺ کے معمولات رمضان المبارک کا چاند نظر آنے پر دعا اور استقبال

حضور ﷺ رمضان المبارک کا چاند نظر آنے پر خصوصی دعا فرماتے۔ جب حضور ﷺ رمضان المبارک کا چاند دیکھتے تو فرماتے یہ چاند خیر و برکت کا ہے یہ چاند خیر و برکت کا ہے۔ میں اس ذات پر ایمان لایا جس نے تجھے پیدا کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) نبی کریم ﷺ اس مبارک مہینہ کا خوش آمدید کہہ کر استقبال فرماتے حضور ﷺ سوالیہ انداز میں صحابہ سے فرماتے تم کس کا استقبال کر رہے ہو؟ اور تمہارا کون استقبال کر رہا ہے اس پر سیدنا عمر فاروقؓ نے عرض کی یا رسول ﷺ کوئی وحی اترنے والی ہے یا کسی دشمن سے جنگ ہونے والی ہے حضور ﷺ نے فرمایا نہیں ایسی کوئی بات نہیں پھر آپؐ نے فرمایا تم رمضان کا استقبال کر رہے ہو جس کی پہلی رات وہ تمام اہل قبلہ کو معاف کر دیا جاتا ہے (الترغیب والترہیب)

علی رضا ساہیوال

روزہ گزشتہ اقوام پر بھی فرض تھا

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے کہ تم متقی (پرہیزگار) بن جاؤ۔ (البقرہ 183)

مریم عباس۔۔ ساہیوال

''کر بھلا ہو بھلا'' علی حسنین تابش (روپ بہروپ)

بچپن سے ہی کتابوں میں پڑھتے آ رہے ہیں کہ ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔'' اس زمانے میں تو ان الفاظ کو صرف رٹا لگایا کرتے تھے۔ آج شباب کے اس دور میں یہ معلوم ہوا کہ یہ الفاظ ہماری روزمرہ زندگی کا ایک اہم پہلو ہیں۔ مثال کے طور پر اگر آپ کا اخلاق اچھا نہیں اور آپ کسی کو بلاوجہ گالی دیں تو لازم ہے کہ وہ بھی آپ پر برس کے گا۔ برا بھلا کہے گا۔ اگر آپ کا اخلاق اچھا ہے اور آپ حسنِ اخلاق سے پیش آتے ہیں تو ہر کوئی آپ کی عزت کرے گا۔ اچھے لفظوں میں یاد رکھے گا۔ زندگی کے کسی بھی موڑ پہ اس شخص کا آپ سے سامنا ہو جائے تو وہ آپ کو خوش دلی سے ملے گا۔ ازل سے یہی قانون چلا آ رہا ہے۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔ انسان کی شخصیت کا اندازہ اسکے اخلاق سے لگایا جا سکتا ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ہم یہ شکوہ کرتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوتی، مشکلات نے آن گھیرا ہے، بے روزگاری ہے، گھر سے لڑائی جھگڑے ختم نہیں ہوتے، شوہر بیوی سے تنگ، بیوی شوہر سے تنگ، بچے ان کے روز روز کے جھگڑوں سے تنگ، گھر میں امن و سکون کیسے آئے، کبھی سوچا ہے ایسا کیوں ہے؟ نماز میں کوتاہی، سود کا کاروبار عام، زنا کرنا تو دور نگاہوں سے شرم و حیا کا خاتمہ، مغربی ممالک کا کلچر، حجاب کا عدم اہتمام، انڈین چینلز پر دکھائے جانے والے ڈراموں اور فلموں میں اداکاراؤں کا شارٹ اور غیر تہذیبی لباس، ریم واک کرنے والی ماڈلز کا لباس، کاروبار میں ناپ تول کا فرق، اصلی کو نقلی سامان میں مکس کر کے بیچنا، پھل یا سبزی دیتے وقت ایک آدھ چیز خراب ڈال دینی، دینا کچھ اور لینا کچھ اور، یہ سب کیا ہے؟ حضرت انسان کے لئے خسارہ ہی خسارہ۔ رب ہم سے راضی کیسے ہوں؟ دعا کیسے قبول ہو؟ اس میں قصور کس کا ہے؟ انسان خود قصوروار ہے۔ اللہ پاک کی رحمت تو سب پر ہے۔ وہ تو یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں کو بھی رزق دیتا ہے۔ انکی سب مرادیں پوری کرتا ہے۔ مگر ہمارے میں اور اُن میں بہت فرق ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہم پہ اسلام کے اصولوں کی پیروی فرض قرار پائی ہے۔ لیکن ہمارے اعمال ہی کچھ ایسے ہیں جو ہماری پستی کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ عبادت کی بجائے رات گئے تک کلب میں رہنا۔ مسجد و مدارس میں درس و تدریس سننے کی بجائے اڈوں پہ جوا کھیلنا۔ دولت کے لالچ میں اتنا اندھا ہو جانا کہ حلال و حرام کی پہچان نہ رہے۔ جب لقمہ ہی حرام ہو تو زبان میں مٹھاس کہاں سے آئے؟ لڑائی جھگڑا کیسے رکے؟ دعائیں کیسے قبول ہوں؟ بات پھر وہیں آ کر رکتی ہے ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے''۔ رب کی ذات تو رحیم ہے۔ وہ تو پھر بھی رزق عطا کرتا ہے۔ لیکن کچھ کام ہمارے ذمہ بھی تو اللہ پاک نے لگائے ہیں۔ جب صبح سویرے رزق تقسیم ہوتا ہے۔ ہم لمبی تان کر سو رہے ہوتے ہیں۔ صبح صبح اگر سفر پہ جانا ہو تو ہمیں اس فکر میں نیند نہیں آتی کہ کہیں سوئے رہے تو گاڑی چھوٹ نہ جائے۔ لیکن نماز کے لئے ایسا فکر کیوں نہیں؟ روزے رکھنا فرض قرار پائے۔ مگر آج کا دور۔۔۔۔۔۔؟ بھوک برداشت نہیں، پیاس برداشت نہیں، گرمی برداشت نہیں۔۔ کیوں؟ جب رب کریم کا حکم ہے کہ ''روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا'' تو صبر بھی تو وہی عطا کرے گا۔ روزہ نہ رکھنا، کھلے عام بازاروں میں ظہرانے، روزے دار عورتوں سے کھانا پکوا کر خود بھی کھانا اور چار دوستوں کو بھی بلا لینا، دوپہر کے ٹائم سخت گرمی میں بھی عورت کھانا پکا کر دیتی ہے۔ روزہ بھی ہے مگر وہ کیا کرے؟ شوہر کا حکم ہے، دیور یا جیٹھ کا حکم ہے، باپ کا حکم ہے، بھائی کا حکم ہے۔ خیال تو ہمیں کرنا چاہیے۔ یہ سب کیا ہے۔؟ پھر بھی کہتے ہیں دعا قبول نہیں ہوتی۔؟ ہمارے اعمال ایسے رہے تو رب تعالیٰ کیسے راضی ہو سکتا ہے۔؟ اس کی رحمت کیسے ہم پر برسے گی؟ رزق کی فراوانی کیسے ہوگی؟ لڑائی جھگڑے کیسے ختم ہو سکے؟ ہم اولاد کی نافرمانی سے تنگ ہیں۔ کچھ پیچھے چلتے ہیں جب ہمارا بچپن تھا۔ پھر جوان ہوئے۔ والدین نے دن رات ایک کر کے محنت کی اور ہمیں پالا، جوان کیا۔ روزگار کے مواقع فراہم کیے۔ اعلیٰ تعلیم کے زیور سے نوازہ۔ آج ہم اُن کے ہی وجود سے تنگ ہیں؟ ان کے علاج کے لئے پیسے نہیں۔ جوئے اور پارٹیوں میں لٹانے کو بہت پیسہ ہے۔ بیویاں رہیں اسی کے نیچے اور بوڑھے والدین کی جگہ اولڈ ہاؤس میں؟ جہاں پورے کمرے میں ایک ہی پنکھا اور وہ بھی خراب۔ ہماری اولاد نافرمان کیوں نہ ہو؟ ہمارے بچے ہمارا خیال کیسے رکھیں؟ ہمارا کہا کیسے مانیں؟ ہماری عزت کیسے کریں؟ کہاں سے آئے اسکے لہجے میں مٹھاس؟ ہم خود تو والدین سے گلا پھاڑ کر بات کرتے تھے۔ تو پھر آج اپنی اولاد سے شکوہ کیسا؟ اس بات سے رب تعالیٰ راضی کیسے ہو؟ جس باپ کے لئے رب کریم کا ارشاد ہے کہ: ''ماں جنت ہے اور باپ جنت کا دروازہ'' ہم اسی باپ سے لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اس کی عزت نہیں کرتے؟ باپ ناراض ہو تو جنت کا دروازہ بند۔ اگر ماں ناراض تو پوری جنت ہی ہاتھ سے گئی۔ جن والدین کے بارے میں ارشاد ہے کہ'' والدین کا صبح صبح خوشی سے دیدار کرنے پہ حج اکبر کا ثواب ملتا ہے۔'' ان عظیم ہستیوں کو ہی اولڈ ہاؤس کی زینت بنا رکھا ہے۔ صبح والدین کو ملے بنا کام پہ چلے جانا اور رات گئے واپس لوٹنا جب والدین سو چکے۔ وجہ پوچھئے تو آسان بہانہ'' مصروفیت بہت ہے ٹائم نہیں ملتا'' یونہی کئی کئی دن گزر جاتے ہیں۔ والدین اپنے بیٹے کی راہ تکتے تکتے سو جاتے ہیں۔ پھر ایسا کیوں نہ ہو ہماری اولاد نافرمان کیوں نہ ہو؟ دوستوں سے خوش گپیوں میں فرصت نہیں ملتی اور والدین کا حال پوچھتے ہوئے منہ دکھتا ہے۔ ایسا کیوں ہے یہ سب باتیں خدا کی ناراضگی کا سبب نہیں تو اور کیا ہیں؟ رب تعالیٰ ہم پہ راضی کیسے ہو؟ ہم خوشحال کیسے ہوں؟ پرامن زندگی کیسے گزرے؟ گزرے وقتوں کی مثالیں غلط نہیں ہو سکتیں۔ ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے'' یہی بات ہے کہ جو ہم کرتے ہیں ویسا ہی اجر دنیا و آخرت میں ملے گا۔ آج بھی سدھر جانے کا وقت ہے۔ خود کو سنبھالنے کا۔ کہیں یہ نہ ہو کہ زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ اور ہم توبہ سے بھی محروم رہ جائیں۔ ہاں سارے زمانے کو سدھارنا مشکل ہے۔ ہم خود کو تو سنوار سکتے ہیں؟ جب ہم سدھر گئے تو پورا معاشرہ سدھر جائے گا۔ ذرا سوچیں! آج ہم جیسا کسی سے کریں گے کل کو ویسا ہی ہمارے ساتھ ہوگا۔ چاہے وہ رب کا اور ہمارا رشتہ ہی کیوں نہ ہو۔

لیاقت علی بلوچ شہید تیری عظمت کو سلام — رانا ظفر اقبال ساہیوال 0300-4229969

فروری کے مہینے کے آخری دن چل رہے تھے ہم سب دوست نہر کنارے شیخ عثمان کے ڈیرے پر اکٹھے ہو کر باتیں کر رہے تھے کہ اچانک لیاقت علی بلوچ کے فون کی گھنٹی بجی اور لیاقت علی نے فون ریسیو کیا اور ہم سب خاموش ہو گئے اور لیاقت علی فون پر مختصر ترین جواب دے رہا تھا او کے سر سر بالکل ٹھیک ہے سر او کے سر میں کل ہی روانہ ہو جاؤں گا اب پتہ چل رہا تھا کہ جیسے فون کرنے والا لیاقت علی کا کوئی ہائی کمانڈر ہو کیونکہ لیاقت علی کو فوج کی نوکری کرتے چار یا پانچ سال ہی ہوئے تھے جیسے رابطہ منقطع ہوا تو لیاقت علی نے ہم سب کو مخاطب کر کے کہا کہ یار مجھے تو کل نوکری پا جانا ہے جس پر ندیم اور اسماعیل نے یک زبان ہو کر پوچھا لیاقت کیا خیر تو ہے لیاقت علی نے بتایا کہ یار تو ان کے ایریا کے حالات خراب ہیں وہاں پر دہشت گردی کے واقعات عام ہو رہے ہیں جبکہ میری یونٹ مہمند ایجنسی بنا لیں ہے اور میری یونٹ کو یہ ٹاسک ملا ہے کہ اس ایریا کو کلیئر کرنا ہے جس کی وجہ سے ہمارے جو بھی جوان چھٹی پر تھے سب کی چھٹی منسوخ ہو گئی ہے اور مجھ کو کل ہی واپس جانا ہے۔ پھر ہم سب دوستوں نے کہا کہ یار اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی یونٹ کو دہشت گردی کے خاتمے میں کامیابی و کامرانیاں عطا فرمائے آمین۔ اور پھر لیاقت علی نے کہا یار اب میں گھر چلتا ہوں کہ مجھے کل کی تیاری کرنی ہے۔ دوسرے دن اعلیٰ صبح ہی لیاقت علی کا فون آیا اور اس نے کہا کہ رانا صاحب جلد ہی سے آپ میرے گھر آ جائیں کیونکہ میں واپس ڈیوٹی پر جا رہا ہوں۔ تو آپ آ کر مجھے مل جائیں۔ اور میں نے کہا کہ میں ابھی آ رہا ہوں۔ جب میں لیاقت کے گھر پہنچا تو وہاں پر مقصود اسماعیل، الیاس، ایڈون سندھو، ذیشان، اور اس کے بھائی صفدر بلوچ، ظفر بلوچ اور لیاقت علی بہن اور والدہ بھی موجود تھی۔ ہم سب نے مل کر چائے پی اور پھر لیاقت علی سب دوستوں کے گلے ملے اور سب سے ملنے کے بعد کہنے لگا۔ آپ سب سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں تو میں نے کہا کیا بات ہے۔ لیاقت علی تو اس نے کہا کہ مجھ سے اگر کسی کی شان شان کوئی غلطی ہو گئی ہو تو مجھے معاف کر دینا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ہم دوبارہ اس طرح نہ ملے۔ مقصود نے آگے بڑھ کر لیاقت کو گلے لگایا اور کہا کہ یار ہم سب تمہارے ساتھ ہیں اللہ خیر کرے اور تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر لوٹو گے۔ اور پھر مسکراتے ہوئے شیخ عثمان صاحب نے کہا یار لیاقت علی ابھی تو ہم نے تیری شادی کے چاول بھی کھانے ہیں جواب میں لیاقت علی نے کہا شیخ صاحب چاول تو ابھی پکوا لیتے ہیں اور پھر سب ہنسنے مسکرانے لگے اور لیاقت علی اپنی بہن اور والدہ محترمہ کو ملا اور اجازت مانگی اور والدہ اور بہن نے لیاقت علی کو ہزاروں دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ لیاقت علی کو رخصت کرتے وقت لیاقت علی کی والدہ کہنے لگی تو بلوچ قوم دا شیر اے تینوں رب دیاں راکھاں اللہ کامیاب رکھے۔ آمین۔ ماں کے یہ الفاظ سن کر لیاقت علی کا سر فخر سے اٹھایا اور پھر ہم سب اسٹیشن کی طرف چل دیے۔ ٹرین اپنے مقررہ وقت پر پہنچی اور لیاقت علی ٹرین میں بیٹھ کر اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔ وقت فوقتاً لیاقت علی فون پر رابطے میں رہا اور اپنی یونٹ کی خیر خبر دریافت کرتا رہا۔ یکم مارچ 2014ء کی صبح لیاقت علی کی یونٹ مہمند بنا لین سے کسی ہائی آفیسر نے لیاقت علی کے بھائی صفدر بلوچ کے فون پر کال کر کہ لیاقت علی بلوچ اپنے ملک کی حفاظت کرتے ہوئے دہشت گردوں سے لڑتا ہوا شہید ہو گیا ہے۔ جس نے نہ کہ یونٹ کی تاریخ میں سنہری باب رقم کیا بلکہ آنے والے فوجی کے لیے بھی مثال بنا۔ شہادت لیاقت علی بلوچ کی خواہش تھی وہ ہر نماز کے بعد اللہ سے یہی دعا کرتا کہ اے اللہ مجھے شہادت کی موت دینا تا کہ روز قیامت میں حضرت امام حسینؓ کے ساتھ کھڑا ہو سکوں۔ تو آج اللہ نے لیاقت علی کی دعا قبول کر لی اور لیاقت علی کو شہادت کے بلند مرتبہ سے نوازہ۔ لیاقت علی کے بھائی نے بہت صبر سے یہ خبر سنی اور کہا (انا للہ وانا الیہ راجعون) اے اللہ جس طرح تو راضی ہم بھی اس طرح راضی۔ صفدر بلوچ نے بھائی کی شہادت کی خبر ماں کو سنائی تو والدہ نے خدا کے آگے سجدہ ریز ہو کر خدا کا شکر کیا اور کہا کہ اے اللہ یہ سے مجھے پہ فخر تھا کہ میں ایک فوجی کی ماں تھی اور اب تو مجھے اور زیادہ فخر ہے تیری ذات پر کر تو نے مجھ غریب کے خون کو اپنی راہ کے لیے چنا۔ یا اللہ میرے بیٹے کی قربانی قبول فرمائیں آمین اور ساتھ ہی آنکھیں نم بھی کیوں نہ ہوتی کیونکہ ایک طرف جذبہ حب الوطنی اور دوسری طرف ماں کی ممتا۔ بوڑھی اور بیوہ ماں کی آنکھوں کا ستارا تھا۔ سب سے پیارا تھا اس لیے تو خدا نے بھی اس کو شہادت کے رتبہ سے نوازہ۔ لیاقت علی بلوچ شہید کی خبر پورے شہر میں آگ کی طرح پھیل گئی اور جب شہید کی میت کو ساہیوال شہر کے محلہ محمد پورہ شریف کالونی گلی نمبر 6 کے مقام لیا گیا تو شہید کے ایک دیدار کی جھلک دیکھنے کے لیے دنیا کا ہجوم کثیر تھا اور شہر کے لوگوں نے شہید کی میت کا استقبال بڑے شان و شان سے کیا۔ پھولوں کی پتیاں نچھاور کی گئی اور ہر طرف نعروں سے آواز گونج رہی تھی نعرہ تکبیر اللہ اکبر پاک فوج زندہ باد لیاقت علی بلوچ شہید کی میت کو جنازے کے لیے ریلوے کراؤنڈ والے قبرستان لیا گیا تو وہاں پر بھی دنیا کے تمام فاقہ سے تعلق رکھنے والے سیاسی اور مذہبی شخصیات شامل ہوئی ہر عام و خاص بھی شامل ہوا لیاقت علی بلوچ شہید کو پورے فوجی اعزازات کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا شہید کے مزار پر پاکستانی سبز ہلالی پرچم بھی لگایا گیا۔ جو شہید کی شہادت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ میں سلام پیش کرتا ہوں وطن کی ماؤں کو جو اپنے بیٹوں کو ملک پر قربان کرتی ہیں کیسی ہوگی اُس ماں کی شان جس نے ایک بیٹے کی قربانی کے بعد پھر دوسرے بیٹے کو بھی فوج میں ملازمت کے لیے بھیجا۔ اس ماں کا کہنا ہے کہ میرے سو بیٹے بھی ہوتے تو میں اس پاک وطن پر قربان کر دوں۔

جب تک نہ جلے دیپ شہیدوں کے لہو سے کہتے ہیں کہ جنت میں چراغاں نہیں ہوتا آج ملک جس مشکل دور سے گزر رہا ہے۔ ہم سب کو بھی عہد کرنا چاہیے کہ ہم بھی ملک کی حفاظت کی خاطر اپنی افواج پاکستان کے شانہ بشانہ ملک دشمنوں سے لڑیں گے اور کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھیں اور سبز ہلالی پرچم سدا بلند رہے۔ آمین پاکستان زندہ باد پاک فوج زندہ باد۔

پردہ — فاطمہ اے۔ ایم خان

اُسے اس ویلفیئر سینٹر آئے ایک سال سے زیادہ ہو گیا تھا اور اس پورے عرصے میں اس کے کسی رشتہ دار، یہاں تک کہ والدین تک نے پلٹ کر خبر نہیں لی تھی آیا وہ زندہ بھی ہے یا مر گئی۔ اسے بھی اب ان سب باتوں سے فرق نہیں پڑتا تھا، کیونکہ اسے یہاں تک پہنچانے والا بھی اس کا اپنا ہی تھا۔ اتنا اپنا کہ وہ اسے اپنے والدین سے بھی زیادہ عزیز تھا، وشمہ اسطرح کیوں بیٹھی ہے؟ کیا سوچ رہی ہے؟'' اس نے گھٹنوں پر رکھا چہرہ اٹھا کر ''محبوب تھا، محرم تھا اسکا دیکھا۔ وہ نازیہ تھی، جسے اسکے سسرالیوں نے جہیز نہ لانے کے جرم میں جلا دیا تھا، وہ کافی بھیانک لگتی تھی اور وشمہ تو بہت ڈرپوک ہوا کرتی تھی مگر اس کے ساتھ جو کچھ ہو چکا تھا اس کے بعد اس کے اندر کے سارے ڈر مر گئے تھے، وہ وشمہ! نازیہ نے اسکا کندھا پکڑ کر ہلایا۔ کیا ہوا ایسے کیا دیکھ رہی ہے؟ ''وشمہ جو کور سے اسے ''بے حس ہو گئی تھی۔ کیا بیٹھوں۔ تیرے پاس گھٹنوں بھی بیٹھے رہو تو بھی تو کچھ کہتی ہی'' ''دیکھ رہی تھی مسکرا دی۔'' کچھ نہیں آ رہی بیٹھو نہیں ہے، یا تو خلاؤں میں گھورتی رہتی ہے یا صرف ایک ہی جملہ کہتی ہے۔'' نازیہ نے اسکے قریب بیٹھتی ہوئے شکوہ تو اس'' ''ارے یہی کہ ساری دنیا کے مرد ایک سے ہوتے ہیں۔'' کونسا جملہ؟'' وشمہ نے حیرانی سے پوچھا۔'' کیا مجھے نہیں پتا کیا غلط ہے اور کیا صحیح۔ مگر تو یہ بتا تو ایسا کیوں کہتی ''میں غلط کیا ہے؟'' وشمہ اسی سے سوال کرنے لگی ہے۔ کیا تو نے دنیا کے سارے مرد آزمائے ہیں؟'' نازیہ نے کافی تلخ سوال کیا تھا۔ وشمہ کی آنکھوں میں آنسوؤں آ رہے تو رونے کیوں لگ گئی۔ براست منا وشمہ، مگر تو بات ہی ایسی کرتی ہے کہ یہ سوال میرے دل میں آ گئے۔ نہیں نازیہ، مجھے برا نہیں لگا، بلکہ اب تو مجھے کیا اچھا ہے اور گیا۔'' نازیہ حد سے زیادہ صاف گوئی کا مظاہرہ کرتی تھی۔ کیا برا وہ سمجھ ہی نہیں آتا۔ اور میں نے دنیا کے سارے مرد نہیں آزمائے، مگر جسے آزمایا ہے وہ میری ساری دنیا تھا۔ کیا تم نہیں جانتی؟ میرے خیال کیا ہوا تھا تیرے ساتھ؟'' آج پہلی بار وشمہ اس ایک جملے سے آگے بڑھی تھی۔ میں تم یہاں پچھلے تین سالوں سے ہو اور مجھے تو ایک سال ہوا ہے یہاں آئے ہوئے۔ مجھے جس وقت یہاں لایا گیا تھا ہاں! میں تھی یہاں اور جانتی بھی ہوں کہ تجھے کیا ہوا تھا۔ مگر تھا کون وہ، کیا تیرا کوئی اس وقت تم تھی تو یہاں۔ نہیں میرا شوہر تھا۔ وشمہ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، جہاں پرندے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ عاشق تھا؟ جانتی ہو کیا!! تیرا شوہر۔ تیرا دماغ تو خراب نہیں ہے وشمہ۔'' نازیہ کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ رہے تھے۔ جسم ڈھکنا۔ نازیہ۔۔۔ اللہ نے شوہر کی بیوی کا اور بیوی کو شوہر کا لباس قرار دیا ہے اور لباس کا کام کیا ہوتا ہے؟ نہیں نازیہ۔ لباس کا کام ہوتا ہے پردہ رکھنا۔۔۔ مگر ہم یہ بات نہ سمجھ ہی نہیں پاتے۔ اللہ نے نازیہ نے جواب دیا۔ جب شوہر کو بیوی کا لباس کہا ہے تو وہ اسطرح کہ شوہر کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کی ہر خوبی ہر خامی کا بھی پردہ رکھے، اپنی بیوی کی کسی بھی بات کو کسی اور کے سامنے اسطرح بیان نہ کرے کہ سننے والے کے دل میں کوئی غلط خیال پیدا ہو۔ اور یہی بات بیوی پر بھی صادر آتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کا پردہ رکھے۔ مگر افسوس کہ آج کی نوجوان نسل اس بات کو سمجھ ہی نہیں پاتی۔ پتا نہیں انہیں کیا مزہ ملتا ہے اپنے محرم کو دوسروں کے سامنے بے پردہ کرنے میں میرے ہاں۔ میرے شوہر نے وہ تیرے شوہر نے شوہر نے بھی یہی کیا، جس کے نتیجے میں آج میں یہاں ہوں۔ اپنے دوستوں کے بیچ میری وہ باتیں بھی بیان کیا کرتا تھا جس سے اللہ نے منع کیا ہے، تو اس کے دوستوں کے دل میں غلط خیال تو آنا ہی تھا نا۔ حد تو یہ ہے کہ اس نے سارا الزام میرے سر ڈال کر طلاق میرے منہ پر دے ماری۔ اب تم ہی سوری وشمہ۔ میں تمہیں کتنا غلط سمجھتی بتاؤ اب بھی میں یہ نہ کہوں کہ ساری دنیا کے مرد ایک سے ہوتے ہیں۔ کوئی بات نہیں نازیہ۔ جب میرے شوہر اور ماں باپ نے ہی مجھے غلط سمجھ لیا تو دنیا تھی۔ نازیہ نے اسے گلے لگایا۔ کے غلط سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔ وشمہ اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے اٹھی اور اندر چلی گئی، جبکہ نازیہ اب بھی وہیں کیا کوئی شوہر بھی ایسا کر سکتا ہے؟ حیران شاک کی کیفیت میں بیٹھی تھی۔

ماہ رمضان — حافظ محمد ذیشان زاہد

ہو جاتا ہے شیطان بھی قید پر ہے ماہ رمضان بس تمہیں اب لڑنا ہے اپنے نفس کے ساتھ یہ پہلے ماہ رمضان اب چل پڑو صراط مستقیم پر جو ہے تمہاری منزل۔ پھر موقع دیا ہے تمہیں رہ جانے کہ یہ ہے ماہ رمضان۔ ہو ہمارے ملک میں امن کا گہوارہ اور ہزاروں خوشیاں ملیں خدارا اپنی رحمت کے سائے کر دے یہ ہے ماہ رمضان۔ رمضان کا لفظ افساد سے نکلا ہے اور رمضان اس بارش کو کہتے ہیں جو موسم خریف سے پہلے برس کر زمین کو گرد و غبار سے پاک کر دیتی ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ مہینہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کی بارش کا ہے جس کے برسنے سے مومنوں کے گناہ دھل جاتے ہیں رمضان المبارک قمری مہینوں میں سے نواں مہینہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس ماہ مبارک کی اپنی طرف خاص نسبت فرمائی ہے رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مبارک مہینے سے رب ذوالجلال کا خصوصی تعلق ہے جس کی وجہ سے یہ مبارک مہینہ دوسرے مہینوں سے ممتاز اور جدا ہے یہ مہینہ تمام مہینوں کی مانند نہیں ہے۔ جب یہ مہینہ آتا ہے تو برکت و رحمت دے کر آتا ہے۔ اور جب جاتا ہے تو گناہوں کی بخشش کے ساتھ جاتا ہے یعنی اس کا آنا بھی مبارک ہے اور اسکا جانا بھی مبارک ہے۔ بلکہ یہ مہینہ پورے کا پورا مبارک ہے جس طرح ظاہری موسموں میں ایک بہار کا موسم ہے اسطرح روحانی کائنات کا موسم بہار رمضان کا مہینہ ہے۔ کتنے ہی خوش نصیب ہیں ہم جن کی زندگیوں میں ایک مرتبہ پھر یہ روحانی بہار عود کر آئی ہے۔ ورنہ کتنے ہی ایسے تھے جو اس بہار سے پہلے ہی ہم سے جدا ہوئے پس ہمیں خوش ہونا چاہیے کہ یہ دن دوبارہ ہماری زندگیوں میں آنے والے ہیں جب کوئی رمضان کے پہلے دن روزہ رکھتا ہے تو اس کے پہلے سب گناہ بخش دیے جاتے ہیں اسی طرح ہر روز ماہ رمضان میں ہوتا ہے اور ہر روز اسکے لیے ستر ہزار فرشتے اسکی بخشش کی دعائیں صبح کی نماز سے لے کر ان کے پردوں میں چھپنے تک کرتے ہیں اسی مقدس و مبارک مہینے میں ہمارے پیارے آقا محمد ﷺ پر قرآن پاک کا نزول ہوا کہ رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے اسی مقدس مہینہ میں رات لیلۃ القدر کہا جاتا ہے جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ میری طرف سے تمام اہل اسلام کو اس مقدس بابرکت ماہ کی آمد بہت بہت مبارک ہو اور اللہ مبارک تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مقدس وبا برکت مہینے کے صدقے وہ ہمارے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف فرما دے۔ اور ہمیں ہمیشہ نیکی پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دور کے ڈھول سہانے — تحریر: مہوش ملک۔ جڑانوالہ

کاش ماں ہم بھی جوائنٹ فیملی میں رہتے۔۔۔ بڑی سی حویلی ہوتی۔۔۔ بڑے پاپا، چاچو اور ہم۔۔۔ سب ایک ساتھ رہتے۔ ایک ہی جگہ کھاتے پیتے، ہنستے کھیلتے، سب کزنز خوب ساری مستی کرتے۔۔۔ سچ ماں کتنا مزہ آتا، امامہ آج پھر اپنی ناکام حسرتوں کی پٹاری کھولے بیٹھی تھی۔ بس کر دامامہ۔ کتنی دفعہ تمہیں سمجھایا کہ خدا جو بھی کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ ویسے بھی جس طرح کی آزادی تمہیں ملی ہوئی ہے جوائنٹ میں یہ سب نہیں چلتا۔۔۔ کام کو تم نے آج تک ہاتھ نہیں لگایا۔ اپنی مرضی سے سوتی جاگتی ہو۔ کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں اور تم ہو کہ ہر وقت پتہ نہیں کیا کیا سوچتی رہتی ہو۔ ہاجرہ بیگم نے لاڈلی کی طبیعت اچھی طرح سے صاف کر دی۔۔ او ہو دو بس کریں اماں۔ جوائنٹ فیملی کا اپنا ہی چارم ہے۔ کزنز اتنے مزے کرتے ہیں اور ایک ہم ہیں ملتے ہی اتنی دیر بعد ہیں۔۔۔ ہاجرہ بیگم کے لیکچر اس پر کوئی اثر نہ ہوا تو وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ بیگم کل سے گھر پر کنسٹرکشن کا کام شروع ہو رہا ہے۔ تم لوگوں کو کچھ دن بڑے بھیا کی طرف رہنا ہوگا۔ احمد صاحب نے مصروف سے انداز میں بتایا۔ ہاجرہ بیگم نے امامہ کو ضروری سامان رکھنے کو کہا۔ بڑے پاپا کے گھر رہنے کا سن کہ امامہ کی تو عید ہی ہو گئی تھی اس نے خوشی خوشی پیکنگ کی اور اگلے دن وہ لوگ بڑے پاپا کے گھر تھے۔ بڑے پاپا کے گھر پہلا دن بہت مزے کا گزرا، خوشگوار اور فل مستی میں۔ دوسرا ٹھیک اور تیسرا۔۔۔ وہ ناول پڑھ رہی تھی اور ساتھ ساتھ فرینڈز سے چیٹ بھی چل رہی تھی کہ اسکی تایا زاد ہادیہ آ گئی۔ امامہ یار تھوڑی ہیلپ ہی کر دا دو میری طبیعت نہیں ٹھیک اور ورنہ تمہیں کبھی نہ کہتی۔ ہاں چلو کوئی بات نہیں میں کروا تی ہوں۔ اور پھر برتنوں کا ڈھیر دیکھ کر تو اس کی جان ہی نکل گئی تھی کہاں دھوئے کبھی اتنے برتن۔ اللہ اللہ کر کے اس کام سے فارغ ہوئی۔ ابھی وہ بیٹھی تھی تائی امی آ گئی۔ بیٹا یہ کیا سارا دن موبائل پہ لگی رہتی ہو۔ ہادیہ کو دیکھا پورا گھر سنبھالا ہوا ہے، مجال ہے جو کبھی ہاتھ بھی لگایا ہو فون کو۔۔۔ وہ چپ چاپ انکی باتیں سنتی رہی۔ آپکو کوئی کام تھا بڑی ماں۔۔۔ ہاں یہ لو میرا ایک جوڑا ہی استری کر دو۔ میں ابھی کر دیتی ہوں۔ کیا مصیبت ہے یار رات کے وقت ہی تو تھوڑی فرصت ملتی ہے۔ ٹی وی دیکھنے کی اور وہ بھی تم ریموٹ لے کر بیٹھ جاتی ہو۔ وہ بڑے انہماک سے اپنا پسندیدہ ڈرامہ دیکھ رہی تھی کہ تایا زاد ارسل کی غصے سے بھرپور آواز آئی۔۔۔ یہ لیں بھیا میں تو بس ایسے ہی بیٹھی ہوئی تھی وہ ریموٹ رکھ کے اپنی ماما کے پاس بھاگی اور انکے گلے لگ کے پوچھا ماما ہم اپنے گھر کب جائیں گے۔

افسانچہ — منظور اکبر تبسم جھنگ

ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ تمہیں کن القاب سے اور کن لفظوں میں یاد کروں۔ اور تمہیں کن الفاظ کا خطاب دوں۔ کہ اچانک تم میرے سامنے آ گئی۔ دل جیسے دھڑکنا ہی بھول گیا۔ بدن بے جان مورت کی طرح لگنے لگا۔ میں جب بھی تمہیں دیکھتا میری عجیب سی حالت ہونے لگتی۔ امی ابو بہن بھائی سب مجھے سمجھانے کی کوشش کرتے کہ اب اُس کو اتنا یاد نہ کیا کرو۔ اُس کا خیال اپنے دل سے نکال دو۔ کسی کو اتنا یاد کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ مجھ پر میرے گھر والوں کی نصیحت کا کچھ اثر ہونے لگا۔ اور میں ہولے ہولے اُس کو بھولنے لگا۔ میں جب بھی اپنے دوستوں سے اس کا ذکر کرتا۔ تو میرے دوست تنگ آ جاتے اور کہتے یار تمہیں اور کوئی بات نہیں آتی۔ ہم جب بھی تمہارے پاس آتے ہیں۔ تم اسی کا قصہ چھیڑ کر بیٹھ جاتے ہو۔ جیسے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ سودا خورا کے واسطے کر قصہ مختصر اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے میں اپنے شاعر کے احترام میں میں بھی اپنا قصہ مختصر کرتا ہوں۔ آہ۔۔۔ ''میری پیاری گھڑی'' میں تمہیں کتنا میس کرتا ہوں۔ جو میرے ایک دوست نے مجھے پچھلے سال میری سالگرہ پر مجھے گفٹ دی تھی۔ نا جانے تم کہاں کھو گئی ہو۔

محبت کا سفید جوڑا — از قلم نادیہ خان بلوچ

سفید جوڑا؟؟ وہ بھی اپنی شادی پر؟؟ سفید تو بیوئیں پہنتی ہیں ناں؟ مگر میں تو ابھی زندہ ہوں جنید نے ماہی کی معصوم سی خواہش پہ حیران کن تاثر کے ساتھ ہنستے ہوئے کہا، تم اپنی بکواس بند کرو آئندہ اگر کبھی مرنے کی بات کی تو میں خود مار ڈالوں گی، ضروری نہیں کہ سفید جوڑا بیوہ ہی پہنے سفید تو پاکیزگی کی علامت ہے اور میں چاہتی ہوں ہمارے اس پاک رشتے کا آغاز سفید جوڑے میں ہو، ماہی نے کچھ روہانسی ہو کر کہا اچھا بابا ٹھیک ہے پہن لینا اب اس سفید جوڑے کیلئے قتل تو مت کرو میرا، جنید نے ہنستے ہوئے اسے بھی ہنسانے کی کوشش کی، پہنوں کی تو تب ناں جب آپ اپنی فیملی سے شادی کی بات کریں گے، اور اب میں آپ سے تب بات کروں گی جب آپکی فیملی میرے گھر آئے گی، ماہی نے سنجیدہ ہوتے ہوئے جواب دیا، یہ کیا بات ہوئی؟ بات کیوں نہیں کرو گی؟ کہا تو ہے بات کروں گا، اچھا مجھے ایک ہفتے کا ٹائم دو میں تب تک انہیں ایگری کراوں گا، ٹھیک ہے ہم پھر ایک ہفتے بعد بات کریں گے ماہی نے یہ کہہ کر کال کٹ کر دی اسکے بعد جنید نے 6،5 بار کال کی مگر ماہی نے اٹینڈ نہ کی کیونکہ وہ دل سے چاہتی تھی جنید اسکی ناراضگی کو سیریس لے اور شادی کی بات آگے بڑھائے، اس ایک ہفتے میں جنید کی جانب سے چند کالز کے سوا کوئی جواب نہ آیا ماہی کو پریشانی لاحق ہوئی اس نے دس دن بعد جنید کو خود کال کی کال ریسیو کرنے کے بعد جنید کا رویہ کچھ عجیب سا تھا جنید آپ نے گھر میں شادی کی بات کی؟ ماہی نے پہلا سوال ہی یہی کیا؟ شادی شادی شادی۔۔۔۔ اور کوئی بات کر بھی سکتی ہو تم؟ کہا تو ہے کرلوں گا بات۔ ابھی حالات ٹھیک نہیں۔ میری اچھی جاب بھی نہیں۔ اور مجھے لگتا ہے اگر اب تم سے شادی کر لی تو میرا کریئر تباہ ہو جائے گا۔ جنید بولتا گیا ماہی کو اپنے کانوں پر یقین نہ ہوا۔ کریئر تباہ؟؟ ماہی نے چونک کر کہا۔ کیا آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے؟ کیا آپ کا کریئر ہماری محبت سے زیادہ اہم ہے؟ محبت کا تو پتہ نہیں۔ بس تم مجھے اچھی لگتی ہو، اچھی؟ کیا آپکو مجھ سے محبت نہیں؟ ماہی کو لگا جیسے اسکے پیروں کے نیچے سے کسی نے زمین کھینچ لی ہو ماہی مجھے معاف کر دو۔ میں تم سے شادی نہیں کرسکتا۔ میں نہیں سمجھتا یہ محبت ہے۔ یہ بس وقتی کشش ہے۔ اور کچھ نہیں۔ اور اگر تمہیں شادی کی بہت جلدی ہے تو جہاں تمہاری فیملی کہتی ہے وہاں کرلو۔ میں ناراض نہیں ہوں گا۔ مگر جنید تمہارے وہ وعدے؟ وہ قسمیں۔ انکا کیا؟ کیا اتنی سی تمہاری محبت تھی۔ ہاں ماہی میں مانتا ہوں میں نے وعدے کیے۔ قسمیں کھائیں۔ مگر تب صرف جذباتی ہو کر ایسا کیا تھا۔ میں قسموں کا کفارہ ادا کرلوں گا۔ مگر مجھے نہیں لگتا مجھے تم سے محبت ہے۔ کال کٹ گئی۔۔۔ ماہی آنسو بہاتی رہی۔۔۔ اسے لگا وہ واقعی محبت کی بیوہ ہے۔ اور اب سفید جوڑا اسکا مقدر ہے جو اسے اسکی محبت نے دلہن بنا کر نہیں بلکہ منکوحہ بنانے سے پہلے بیوہ کے طور پر سونپا ہے۔

منتخب اشعار

مجھ پر ستم ڈھا گئے میری ہی غزل کے اشعار
وہ پڑھ پڑھ کے کھو گئے کسی اور کے خیال میں
افضل آزاد ساہیوال

☆☆☆

خود کو میرے ہی دل میں چھوڑ گئے ہو جانی
تم کو تو اچھی طرح بچھڑنا بھی نہیں آتا
عباس جانی ساہیوال

☆☆☆

ہم چپ ہیں تو چپ ہی رہنے دو ہمیں اگر
ہم ضد پہ آئے تو زمانے سے چھین لیں گے تمہیں
رمضان تبسم پری

☆☆☆

یہ نہ کہہ کہ سب مقدر کی بات ہے جگر
میری بربادیوں میں تیرا ہاتھ شامل ہے
امتیاز عاصم ہڑپہ

☆☆☆

لوٹ آ تیرے جانے سے سب بہاریں لوٹ گئیں
اب تو پیار ہی بچا ہے تجھے یاد کرنے کے لیے ساقی
مسعود علی بورے والا

☆☆☆

بنا لو اسے اپنا جو تمہیں چاہتا ہو خدا کی قسم
بڑی مشکل سے ملا کرتے ہیں چاہنے والے
داؤد احمد نیازی آف بورے والا
0312-6360490

☆☆☆

کاش کے وہ لوٹ آئے مجھ سے یہ کہتے ہوئے
تم کون ہوتے ہو مجھ سے بچھڑنے والے
حنا حجرہ شاہ مقیم

☆☆☆

اپنے سامان کو باندھے ہوئے اس کوچ میں ہوں
جو کہیں کے نہیں رہتے وہ کہاں جاتے ہیں
ارم شہزادی بہاولنگر

☆☆☆

کاش کے تو میری آنکھوں کا پانی بن جائے جاوید
میں کبھی رو نہ سکوں تجھے کھونے کے ڈر سے
عاقب جاوید ساہیوال

☆☆☆

رابطے توڑنے سے محبت ختم نہیں ہوتی
کہنا AZ سے
لوگ یاد تو انہیں بھی کرتے ہیں جو دنیا چھوڑ جاتے ہیں
آصف جاوید زاہد ساہیوال

☆☆☆

۔۔۔محبتوں میں حساب و کتاب کون کرے
!۔۔۔وہ یاد آتا ہے اور بے حساب آتا ہے
کرن۔۔۔کراچی

☆☆☆

جانے کیا تھان کے اٹھتا ہوں نکلنے کے لیے
جانے کیا سوچ کے دروازے سے لوٹ آتا ہوں
مریم۔۔۔کراچی

☆☆☆

کس قدر ہوگا یہاں مہر و وفا کا ماتم
۔۔۔ہم تیری یاد سے جس روز اتر جائیں گے
رویا علی۔۔۔اسلام آباد

☆☆☆

میں عشق کا اسیر تھا۔۔۔وہ عشق کو قفس کہے
کہ عمر بھر کے ساتھ کو۔۔۔وہ بدتر از ہوس کہے
میں کوئی پینٹنگ نہیں۔۔۔کہ اک فریم میں رہوں
وہی جو من کا میت ہو۔۔۔اسی کے پریم میں رہوں
تمہاری سوچ جو بھی ہو۔۔۔میں اس مزاج کا نہیں
مجھے وفا سے بیر ہے۔۔۔یہ بات آج کی نہیں
فاطمہ حسینی۔۔۔کراچی

☆☆☆

یہ قیام کیسا ہے راہ میں۔۔۔؟
تیرے ذوق عشق کو کیا ہوا۔۔۔؟
!!!۔۔۔ابھی چند کانٹے چبھے نہیں
۔۔۔تیرے سب ارادے بدل گئے
زارا خان۔۔۔اسلام آباد

☆☆☆

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا
امجد وکی کوروٹانہ

☆☆☆

اگر کسی سے بچھڑنا اتنا آسان ہوتا دوستو
تو جسم سے روح لینے فرشتے کبھی نہ آتے
حنا ارشی ڈسکہ

☆☆☆

یادیں انہی کی آتی ہیں جن سے کوئی تعلق ہو
ہر شخص محبت کی نظر سے دیکھا نہیں جاتا
محمد عامر رانا موڑ

☆☆☆

کسی سے پہلے کوئی رشتہ جوڑا نہیں کرتے
ملائیں ہاتھ تو عمر بھر چھوڑا نہیں کرتے
ندیم سخاوت مانگا منڈی لاہور

☆☆☆

سرور شبیب، رونالہ کوٹ کے نام
لبوں پر تھی بات جو تم سے کہہ نہیں پائے
خوابوں کے بنائے محلوں میں ہم رہ نہیں پائے
شب بھر اس کی یادوں نے اتنا ستایا
دل رویا تیری یاد میں آنسو بہہ نہیں پائے
عدم عباسی، شارکوٹ

☆☆☆

خدا نے عشق میں کیا امتزاج رکھا ہے
وہی جو مرض ہے اس کو لا علاج رکھا ہے
اے آر راحیلہ، جہلم

☆☆☆

وہ تو جاں لے کے بھی ویسا ہی سبک نام رہا
عشق کے باب میں سب جرم ہمارے نکلے
ماہ نور کنول ، آزاد کشمیر

☆☆☆

نظم

میں نے کیسے ہو؟
بدلے ہو یا ویسے ہو؟
روپ وہی انداز وہی
یا پھر اس میں کوئی کمی؟
ہجر کا کچھ احساس تو ہوگا؟
کوئی تمہارے پاس تو ہوگا؟
میں بچھڑا یہ مجبوری تھی
کب منظور مجھے دوری تھی
ساتھ ہمارا کب چھوٹا ہے؟
آنکھ سے جو آنسو بہتے ہیں
تم کو خبر ہے کیا کہتے ہیں؟
میں نے کہا آواز تمہاری
آج بھی ہے ہمراز ہماری
پھول وفا کے کھل جائیں گے
اک دن ہم پھر مل جائیں گے
رانا سحر، ساہیوال

عید مبارک

گزرے ہر پل سے حسین
وہ ایک پل تھا جب
تم نے
بولے سے
چپکے سے
میرے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لئے
بڑے پیار سے
لبوں پے دلفریب مسکراہٹ سجائے
اور۔
آنکھوں میں شوخ سی شرارت لئے
دھیرے دھیرے میرے کانوں میں کہا تھا۔
عید مبارک میری جان
شاعرہ کنول خان

سانحہ لاہور ۲۸ مارچ ۲۰۱۶

کیا تمہیں ترس نہیں آتا؟
کیا تمہارے گھر میں بچے نہیں؟
سنو ظالم
تمہیں دیکھا تو ہوگا
جب کوئی مارے گا
بے دردی سے
تیرے بہت ہی پیارے کو
یا تیرے معصوم بچے کو
پھر تو چلائے گا
مگر تیرے ہاتھ تب
کچھ بھی نہ آئے گا
گزرا وقت جو بیت جائے گا
تیرا ضمیر کوڑے برسائے گا
یہ دکھ ستائے گا
یہ روگ تجھے رلائے گا
تو بہت پچھتائے گا
سن ظالم
تو بہت پچھتائے تو
بقلم فاطمہ عبدالخالق فیصل آباد
سانحہ لاہور ۲۸ مارچ ۲۰۱۶

غزل

کانٹوں سے بھر دیا دامن کو میرے
پھولوں کی امید تھی جن سے
بکھیر دیا بکھرے وجود کو میرے
سمیٹنے کی امید تھی جن سے
ہنسنے لگے درد محبت پہ میرے
سنگ رونے کی امید تھی جن سے
زخم دینے زخموں پہ میرے
دوا کی امید تھی جن سے
ادھورے کر دیے سارے خواب میرے
تکمیل کی امید تھی جن سے
ازقلم بشریٰ الطاف شہر اسلام آباد

غزل

شام کو صبح چمن یاد آئی
کس کی خوشبو نے بدن یاد آئی
جب خیالوں میں کوئی موڑ آیا
تیرے گیسو کی شکن یاد آئی
یاد آئے تیرے پیکر کے خطوط
اپنی کوتاہی فن یاد آئی
چاند جب دور افق پر ڈوبا
تیرے لہجے کی تھکن یاد آئی
دن شعاعوں سے الجھتے گزرا
رات آئی تو کرن یاد آئی
احمد ندیم قاسمی
انتخاب مسکان احمد

اک لڑکی تھی

اک لڑکی تھی
من موہنی سی
اپنی دنیا میں گم رہنے والی
چھوٹی چھوٹی باتوں پہ خوش ہونے والی
معمولی لغزشوں سے دلبرداشتہ ہونے والی
پھر اک یوں چلی
وہ نازک لڑکی
اپنا دل کھو بیٹھی
ایک شہزادہ کو اپنا سب کچھ مان بیٹھی
وہ شہزادہ بھی اسکا دیوانہ تھا
اسکی اک اک ادا پہ مرتا تھا
وہ اسے دنیا سے چھپانا چاہتا تھا
صرف اپنا بنانا چاہتا تھا
اسکی سب کمزوریوں سے واقف وہ ہوا تھا
پھر اک نئے موسم کا آغاز ہوا تھا
وہ شہزادہ جس کے لیے وہ لڑکی
دین، دھرم، جسم و جاں تھی
پھر وہی اسکے لیے خاص سے عام ہوئی
اس شہزادے نے رفتہ رفتہ
اس پری پیکر کی سب کمزوریوں کو
دل و جاں سے استعمال کیا
اپنی جان کے ٹکڑے کو
خود اپنے ہاتھوں نیلام کیا
آج بھی وہ لڑکی اپنے پیار کو
اپنا خدا مانتی ہے
اپنے شہزادے سے محبت کی بھیک مانگتی ہے
لیکن وہ شہزادہ دنیا کی رنگینیوں میں
گم ہو چکا ہے اور
کہانی کا اختتام زندہ لاش کی صورت ہوا ہے۔
از۔۔۔مون کنول

بچپن

کیا وہ حسین بچپن کا زمانہ تھا
فضا میں قہقہوں کا ساز بجانا تھا
بھاگتے تھے تتلیوں کے پیچھے
اور پاس گڑیوں کا خزانہ تھا
ساتھ تھی سکھیاں سب ہم جولی
اور ہر پل خوشیوں سے یارانہ تھا
چلتی تھی فضائیں بے فکری کی
اور وہ کم عمری کا فسانہ تھا
سنتے تھے کہانیاں شہزادیوں کی
اور خوابوں میں پریوں کا آنا تھا
کرتے تھے شادیاں گڑیوں کی
اور پل میں روٹھنا منانا تھا
بناتے تھے کشتی کاغذ کی
اور خود ہی اس کو پانی میں بہانا تھا
تھام کر ہاتھ ابو کا
اماں کی گود میں چھپ جانا تھا
چڑھ کر بھائی کے کندھوں پر
بے فکری سے ہر غم سنانا تھا
روتے تھے پہروں بیٹھ کر بلاوجہ
الجھتے کسی سوال کا نہ ڈر رہا تھا
گزرا بچپن کا وہ حسین زمانہ
اڑتی تتلیاں اور بہتی ناؤ
سنگت سکھیوں اور ہم جولیوں کی
آنچل سے لپٹی خوشیاں اور سب بے فکریاں
تھی گزرے وقت کی حسین گھڑیاں
اور بچپن کی ڈور سے بندھا خوبصورت پروانہ تھا
اقراء سیف فیصل آباد

نظم

سنو جاناں تمہیں
یاد تو ہوگا
آنکھوں سے ہر
بات کرنا
میرا تم کو
اعتبار کرنا
ساری دنیا چھوڑ کر
صرف میرا انتظار کرنا
یادوں سے میری
دل اپنا آباد کرنا
دکھائی تم ہی دیتے ہو
مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا
اپنا یہی اب مشغلہ ٹھہرا
فقط تنہائی سے بات کرنا
عروج فاطمہ سیدہ ملتان

نظم

کچھ اور زندگی باقی ہے
کچھ اور خواب ضروری ہیں
کچھ ان کہی کی تلخی میں
کچھ اور جواب ضروری ہیں
کچھ پرانی یادوں کو دفنانا ہے
کچھ اور گلاب ضروری ہیں
کچھ نئی امیدوں سے بچنے کیلئے
کچھ سب سے اجتناب ضروری ہے
کچھ اندھیروں میں ہے مقدر ابھی
کچھ اور چراغ ضروری ہیں
کچھ اور ہے میری منزل ابھی
کچھ اور سراغ ضروری ہیں
کچھ درد کی شدت کم ہے
کچھ اور عذاب ضروری ہیں
کچھ ہوش ابھی قائم ہے
کچھ اور شراب ضروری ہے
ازقلم۔ عارف علی سندھو

حمد

آ رہی ہے یہ ہر طرف سے صدا
بخش دے مجھ کو تو ہے میرا خدا
تو احد اور صمد کریم بہت
ہر ہرا اپنے ہنر میں بے یکتا
تیری وحدت کا میں تو ہوں قائل
منکروں کو تو سیدھا راستہ دکھا
دل و جاں خوشبو سے مرے گئے بھر
نام جب بھی لیا تیرا مولا
روح ہے پیاسی عشق تیرے میں
بھیج دے کوئی خضر راہنما
ہے اک اک ذرے میں چھپا تو ہوا
پھر مجھے کیوں نظر نہیں آتا
کئی فرعون میرے پیچھے پڑے
ید بیضا کوئی مجھ کو تھما
جو میں نائب تیرا ہوں دنیا میں
مجھ کو بھی طور کا نور ستہ دکھا
عامر شہزاد تشنہ USA

لڑکی باتیں کرتی ہے

لڑکی باتیں کرتی ہے
اچھی باتیں کرتی ہے
دیکھو بیٹھے بیٹھے بس
میٹھی باتیں کرتی ہے
جیسا سندر چہرہ ہے
ویسی باتیں کرتی ہے
ہم دونوں جب ملتے ہیں
چنری باتیں کرتی ہے
اس کے کان کی بالی بھی
میری باتیں کرتی ہے
دنیا کی تو عادت ہے
جھوٹی باتیں کرتی ہے
بھیگے موسم میں اکثر
بہکی باتیں کرتی ہے
دل کی سونی گلیوں میں
پگلی باتیں کرتی ہے
ارشد کیا وہ سکھیوں سے
ساری باتیں کرتی ہے
ارشد محمود ارشد

نظم

میں جب بھی سوچنے بیٹھتی ہوں
تو ذہن میں بس ایک ہی خیال آتا ہے
تو میرا کچھ بھی نہیں ہے
مگر پھر بھی اپنے اپنے سے کیوں لگتے ہو
تجھے دیکھوں تجھے سوچوں
اور بس تجھ کو ہی چاہوں
اور یہ سوچنا اچھا لگتا ہے
میرے سب ہی جذبے
بس تیرے واسطے
میری باتوں میں تو میرے خیالوں میں تو
میری روح میں چار سو بس تیری خوشبو
پھر یہ سوچ کر ہنس دیتی ہوں خود پر
کبھی سوچنے سے بھی کوئی اپنا بنا ہے
جاناں
یہ سب تو کھیل ہے نصیبوں کا
تو میرا کچھ بھی نہیں ہے مگر
پھر بھی اپنے اپنے سے کیوں لگتے ہو۔
شازیہ کریم ڈیرہ غازی خان

میں زندگی کی شام ہوں

نہیں کچھ نہیں مجھ میں خاص
میں تو خام ہوں، میں عام ہوں
یہ جو لفظ ہیں میرے
یہ درد و غم ہیں میرے
جو پڑھ سکوں تو پڑھ لو
وہ لفظ سارے
جو میں نے کبھی لکھے نہیں
وہ باتیں ساری
جو کبھی کہی نہیں
کیا تعلق ہے بھلا میرا
ان خوابوں سے
خواہشوں اور سپنوں سے
مجھے کیا لینا ان ہواؤں سے
خوشبوؤں اور موسموں سے
میں تو زندگی کی شام ہوں
اک جلتا دیا ہے نام ہوں میں تو عام ہوں
ہے زندگی گریزاں مجھ سے بہت
مسکراہٹیں، راحتیں
ہیں گریزپا مجھ سے بہت
میرے اپنے بھی
میرے پرائے بھی
تو کیونکر ہوں خاص زندگی مجھے راس نہیں
نہیں مجھ میں کچھ بھی خاص نہیں
میں خام ہوں، میں عام ہوں
میں زندگی کی شام ہوں
اک جلتا دیا ہے نام ہوں
میں عام ہوں، میں عام ہوں
شاعرہ:۔ جیا زہری

﴾اک معصوم سی لڑکی﴿

"اک معصوم سی لڑکی"
وہ کومل پھولوں جیسی ہے
جس کی آنکھوں میں دھنک کے رنگ ابھی اترے ہیں
جس نے چاہت نگری میں ابھی پہلا قدم رکھا ہے
جس نے خوابوں کی دنیا میں ابھی ابھی گھر بنایا ہے
جس کے لبوں پر ہر پل شرارت مچلتی ہے
جس کی آنکھوں کی چمک ہیروں کی جیسی ہے
جس کی مسکان سب سے انمول ہے
جو غموں سے بلکل انجان ہے
اے میرے مالک
اسکی آنکھوں میں دھنک کے رنگ
چاہت نگری میں اس کے قدم
اور خوابوں کی دنیا میں اسکا گھر
اس کے لبوں کی شرارت
اسکی آنکھوں کی چمک
ہمیشہ شاد رکھنا
اس کے دل کی دنیا صدا آباد رکھنا
مہوش ملک

عید آئی

عید آئی ہماری آئی
سنگ سنگ اپنے خوشیاں لائی
امی، ابو، بھیا، باجی
خوشیاں ہیں ہم سب کی سانجھی
ابو سب کے جوتے لائے
امی نے کپڑے سلوائے
نازش، نومی، مہندی لائے
صائمہ نے بھی خوب رچائی
رابعہ، مہوش، چوڑیاں لائی
بھائی فرحان نے پینٹ سلائی
دودھ سویاں فرنی کھائی
سب سے مل کر عید منائی
جاوید خان بلوچ شوالہ خوشاب

تیرے گھر تک

تو یہ تجھ سے چاہتی ہے کہ
اب میں تیرا پیار بھلا دوں
میں بھی دل سے چاہتا ہوں کہ
بدنامی سے تجھے بچا لوں
اپنے دل سے لیکن جب بھی
تیرا پیار بھلانا چاہوں
جب بھی تجھ کو چھوڑ کے تنہا
غیروں کو اپنانا چاہوں
چھوڑ کے تیرے گھر کا رستہ
دوسرے رستے جانا چاہوں
تب یہ سوچ کر اکثر جاناں
نین میرے بھر آتے ہیں
میرے گھر سے سارے رستے
تیرے گھر تک جاتے ہیں
محمد ارسلان ساہیوال

محبت وفا نہیں کرتی

سنو تم اپنے ہو اس لیے کہتا ہوں
محبت ریت کی طرح ہے
اندھیری آئے تو اڑ جائے
بارش برسے تو بہہ جائے
کبھی صحرا کی ہو کے رہ جائے
سنو تم اپنے ہو اس لیے کہتا ہوں
محبت کبھی وفا نہیں کرتی
تعلق توڑ دیتی ہے
پر جدا نہیں کرتی
محبت مار دیتی ہے
پر خود نہیں کرتی
سنو تم اپنے ہو اس لیے کہتا ہو
تم لوٹ جاؤ یہ راستہ اچھا نہیں
سب دھوکا ہے کوئی سچا نہیں
سنو تم اپنے ہو اس لیے کہتا ہو
محبت وفا نہیں کرتی
انتخاب:۔ لاڈو جٹ ساہیوال

سایہ میرا

کوئی بتائے کہاں ملے گا سایہ میرا
زندگی چل رہی تھی جس کے سہارے
اچانک سے غائب ہو گیا تھا
پتہ نہیں کہاں چلا گیا تھا
بہت ڈھونڈا مگر ملا نہیں سایہ میرا
آنکھیں نہر ہو گئیں ہیں اُس کے جانے سے
دل پہ اداسی سی چھا گئی ہے اُس کے جانے سے
کوئی بتائے کہاں ملے گا سایہ میرا
زندگی چل رہی تھی جس کے سہارے
میں ڈھونڈتا پھیر رہا ہوں اس کو دوبارہ
شاید کہ مل جائے کس گلی کسی گھر
ڈھونڈتا ہوں آسمان کے ستاروں میں
پھولوں میں کلیوں میں بہاروں میں
ندی کے گہرے پانی میں پہاڑوں کی قطاروں میں
رات کی تاریکی میں قدرت کے نظاروں میں
کوئی بتائے کہاں ملے گا سایہ میرا
زندگی چل رہی تھی جس کے سہارے
مر نہ جاؤ ظفر میں اُس کے بنا
جی نہ پاؤں گا میں اس کے بنا
یارب ملے مجھے خاک میں گر نہیں ملنا ہے سایہ میرا
رانا ظفر اقبال ساہیوال
0300-4229969

جی چاہتا ہے کہ کچھ لکھوں۔۔

جی چاہتا ہے کہ کچھ لکھوں
پر سمجھ نہیں آتا کہ کیا لکھوں
شعر لکھوں یا غزل لکھوں
کہانی لکھوں یا افسانہ لکھوں
آغاز لکھوں یا انجام لکھوں
متن لکھوں یا عنوان لکھوں
خوابوں میں لکھوں یا ہوش میں لکھوں
صبح کو لکھوں یا شام کو لکھوں
درد لکھوں یا مزاج لکھوں
احساس لکھوں یا وجہ لکھوں
دوستی لکھوں یا محبت لکھوں
یا رشتوں کی داستان لکھوں
دن رات کے ستم لکھوں
یا دنیا کی بے ثباتی لکھوں
بہاروں کے رنگ لکھوں
یا خزاں کے پتے لکھوں
وصال کی چاشنی لکھوں
یا ہجر کی کرواہٹ لکھوں
زندگی کے اصول لکھوں
یا سپنوں کی آواز لکھوں
کچھ اپنے بارے میں لکھوں
یا دوسروں کی سوانح لکھوں
جی چاہتا ہے کہ کچھ لکھوں
پر سمجھ نہیں آتا کہ کیا لکھوں
(محمد شعیب)

غزل

ابھی سورج نہیں ڈوبا ذرا سی شام ہونے دو
چلا جاؤں گا مجھے نا کام ہونے دو
مجھے بدنام کرنے کے بہانے ڈھونڈتے ہو کیوں
میں خود بدنام ہو جاؤں گا پہلے نام ہونے دو
ابھی مجھ کو نہیں کرنا ہے اعتراف شکست
میں سب تسلیم کر لوں گا یہ چرچا عام ہونے دو
میری ہستی نہیں انمول پھر بھی بک نہیں سکتا
وفائیں بیچ لینا پر ذرا نیلام ہونے دو
نئے آغاز میں ہی کیوں حوصلہ ہار بیٹھے ہو؟
جیت جاؤ گے سب کچھ ذرا انجام ہونے دو
شیراز احمد ساحر۔ چشتیاں
0304-1628420

تم مجھے مجھ سے ہی لگتے ہو

برا نہ مانو تو ایک بات کہوں؟؟
تم مجھے مجھ سے ہی لگتے ہو،
تیرے لفظ، تیری باتیں
تیرا انداز، تیرا لہجہ۔۔۔
تیرا درد، تیرا غم،
تیرا زخم، تیری آہ۔۔۔
تیری محبت، تیری عبادت،
تیری دیانت، تیری دعا۔۔۔
تیرا جرم، تیرا قصور،
تیرا گناہ، تیری خطا۔۔۔
تیری تنہائی، تیری دہائی،
تیرا روگ، تیری التجا۔۔۔
تیری کسک، تیری تڑپ،
تیری وفا، تیری انتہا۔۔۔
تیری ہار، تیری مات،
تیری جفا، تیری سزا۔۔۔
سب مجھ سا ہی ہے۔۔۔
سنو کہیں۔۔۔۔
"میں تم تو نہیں؟؟؟"
یا کہیں۔۔۔۔
"تو میں تو نہیں؟؟؟"
ازقلم نادیہ خان بلوچ

نظم

اک بوند برس
اک اشک چھلک
!خاموش نظر
کوئی بات تو کر
دل دکھتا ہے
تو میرے دل پر ہاتھ تو رکھ
میں تیرے ہاتھ پہ دل رکھ دوں
دل درد بھرا
جو اس کو چھوئے
یہ اس سے ملے
اک لفظ محبت بول ذرا
میں سارے لفظ تجھے دے دوں
دل درد سراب کو آب سے بھر
تو میرے خواب پہ آنکھ تو دھر
میں تیری آنکھ میں خواب بھر دوں
!خاموش محبت
!بات تو کر
!!!دل دکھتا ہے۔
سارا خان کراچی

آزاد نظم

اس موڑ سے جاتے ہیں
کچھ سست قدم رستے، کچھ تیز قدم راہیں
پتھر کی حویلی کو
شیشے کے گھروندوں میں تنکوں کے نشیمن تک
صحرا کی طرف جا کر
اک راہ بگولوں میں کھو جاتی ہے چکرا کر
زک زک کے جھجکتی سی
اک موت کی ٹھنڈی سے وادی میں اترتی ہے
اک راہ ادھڑتی سی
چھلتی ہوئی کانوں سے جنگل سے گزرتی ہے
اک دوڑ کے جاتی ہے
اور کود کے گرتی ہے انجان خلاؤں میں
اس موڑ پہ بیٹھا ہوں
جس موڑ سے جاتی ہیں ہر ایک طرف راہیں
اک روز تو یوں ہوگا اس موڑ پر آ کر تم
رک جاؤ گی کہہ دو گی
وہ کون سا رستہ ہے۔۔۔؟
گلزار
عطاالرحمٰن۔۔۔بکھر

سنو!

بہت مصروف ہو تم بھی
مجھے بھی سچ کہوں تو
بہت سے کام کرنے ہیں
ابھی تشنگی باقی ہے
میری تحقیق باقی ہے
کئی غزلیں ادھوری ہیں
مری ماں کو شکایت ہے
میں کھانا بھول جاتی ہوں
کتابوں کو الگ شکوہ
کہ بے ترتیب رہتی ہیں
اگر تم جانتے ہوتا
تمہاری یاد میں گم صم
میں پھروں بے عمل رہ کر
کئی سپنے سجاتی ہوں
تمہارے ہاتھ ہاتھوں میں
میں دھیرے سے دباتی ہوں
سنو! جو فرض ہیں میرے
تو وہ سے نبھاتی ہوں
مگر یہ کیا؟
رہی یہ سرد مہری اور بظاہر بے عمل رہنا
کسی کو بھی نہیں بھاتا
گلے سب کے بجا لیکن
فقط اس پہ ہی کیا موقوف ہے
تمہیں جب یاد کرتی ہوں
میں رب کو بھول جاتی ہوں
بس اب اتنی گزارش ہے
تمہیں گر چند لمحوں کی
فراغت ہو
تو کچھ کاموں کو بن سوچے
نہ اتنے جو ضروری ہوں
انہیں تم کل پہ رکھ دینا
میری خاطر چلے آنا
میرا یہ بے عمل رہنا
تبھی موقوف کر جاؤ
مجھے مصروف کر جاؤ
انس۔۔۔۔۔پاکستان ٹی ڈی

غزل

کوئی آرزو اب بھی مچلتی ہے دل میں
کوئی حسرت اب بھی اٹھتی ہے دل میں
تمہیں پانے کے بعد سب کچھ پالیا ہم نے
جانے پھر کیوں کسک اٹھتی ہے دل میں
حسین نظارے اور دو دور جاتے پنچھی
اکیلے پن کی اک ہر اٹھتی ہے دل میں
نئے بستہ ہوائیں آ کر بدن کو ہیں جلاتی
بڑے جذبات کی گری سلگتی ہے دل میں
کوئی تو ایسا موسم ہو تنہائی مر میلے
تیرے سنگ رہنے کرن چمکتی ہے دل میں
جانے کیوں اکیلے پن سے ڈر ہے لگتا عنبرین
پھر اُس کی یادوں کی لو اٹھتی ہے دل میں
عنبرین اختر لاہور

غزل

میری تنہائی میں یہ عید روئی ہوئی
اک غزل میری سوچوں میں الجھی ہوئی
وہ خیال ہے کہ خواب ہے کوئی
جو میرے اضطراب میں ہے گھلی ہوئی
اے عید پیام کوئی اُن کا بھی لا دے
میری ہر تخلیق ہے ادھوری پڑی ہوئی
کوئی تو روشنی کرے میرے دل میں
اس عید پر بھی میرے دل کی شمع بجھی ہوئی
وہ مہہ جبیں میری دسترس سے نکل گئی انجم
جیسے فضا میں خوشبو کوئی بکھری ہوئی
شاعر محمد خاں انجم و ہاڑی پور

"دیکھ لینا"

ہم مر جائیں گے اک دن دیکھ لینا
رو دو گے بہت تم اس دن دیکھ لینا
دنیا میں ہیں تو پرواہ نہیں ہماری
چھوڑ جائیں گے تمہیں اک دن دیکھ لینا
آنسو چھپاتے پھرو گے سب سے تم
اتنا ہم یاد آئیں گے دیکھ لینا
کچھ یادیں بیٹھی بیٹھی ہی تم کو بہت ستائے گی
تم خود کو نہ روک پاؤ گے دیکھ لینا
مانا کہ کچھ نہیں میں آج ہم تمہارے لیے
کل تمہارے اک یاد بن جائیں گے دیکھ لینا
میاں ارسلان احمد بہاول نگر

غزل

شہر جلائے جاتے ہوں گے
جشن سنائے جاتے ہوں گے
نیندیں کاٹی جاتی ہوں گی
خواب اگائے جاتے ہوں گے
غیرت کی دیوار کے پیچھے
خون بہائے جاتے ہوں گے
چادر اوڑھی جاتی ہو گی
داغ چھپائے جاتے ہوں گے
آج بھی خوابوں کی قربت پر
پھول چڑھائے جاتے ہوں گے
روز تماشا ہوتا ہو گا
لوگ ہنسائے جاتے ہوں گے
مٹی کی دیواروں پر بھی!
پھول بنائے جاتے ہوں گے
شاعر:۔ صدام فدا (واہ کینٹ)

غزل

کوئی امید جو ہوتی تیرے لوٹ آنے کی
پھر نہ ہوتی ایسی حالت دل دیوانے کی
میں تو ہر حال میں خوش رہنے کی جستجو میں رہا
نہ گئی تیری عادت وہ ستانے کی
زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹ رہا ہوں
نہیں دیتا کوئی دعا بھی مر جانے کی
تیرے سنگ بیتا ہر لمحہ یاد آتا ہے
جب بھی کوشش کی تجھے بھلانے کی
اب تو اکثر یہی سوچتا رہتا ہوں
تجھ کو مانگوں یا مانگوں دعا تجھ کو بھول جانے کی
خدیجہ کشمیری۔ سری نگر مقبوضہ کشمیر

غزل

میں صرف تم سے ہی پیار کرتا ہوں
ساری دنیا کے سامنے یہ اظہار کرتا ہوں
تو اک بار مجھ سے ملنے کا وعدہ تو کر
پھر دیکھ میں تیرا کتنا انتظار کرتا ہوں
تو کہے تو پوری دنیا کو چھوڑ دوں میں
میں کب تیری کسی بات سے انکار کرتا ہوں
تیرے سوا میرے دل میں کوئی نہیں ہے انم
میں اس بات کا دل سے اقرار کرتا ہوں
لکھ دے میری ساری خوشیاں تیرے نام
خدا سے یہی میں آہ و پکار کرتا ہوں
دانش انقلابی سعودی عرب

غزل

مجھے آنسوؤں کی طلب نہیں مجھے زندگی کی تلاش ہے
جسے ڈھونڈ کر بھی نہ پا سکے تجھے پھر اسی کی تلاش ہے
مجھے دشمنوں میں نہ ڈھونڈنا مجھے دوستوں میں تلاشنا
میں محبتوں کا اسیر ہوں مجھے دوستی کی تلاش ہے
میری راہ عزم کی تلاش میں کوئی زندگی کا رفیق ہو
کوئی آنسوؤں کا چراغ دے مجھے روشنی کی تلاش ہے
میں بلندیوں کا ضمیر ہوں میں رفاقتوں کا پذیر ہوں
مجھے نفرتوں کی زمین پر محبتوں کی تلاش ہے
ندیم عباس ڈھکو ساہیوال

غزل

میرے رت جگے میرے دوست ہیں، میری کروٹیں ہیں میری گواہ
تمہیں اس درد کا کیا پتہ، یہ تمہاری نظر میں فضول ہیں
میری ڈائری میرا رازداں، ہیں اس میں کچھ نشانیاں
وہ جو خط تم نے لکھے کبھی، جو دیے تھے تم نے وہ پھول ہیں
جہاں ہم چلے تھے ساتھ ساتھ، وہ راہیں میری نظر میں ہیں
جو محبتوں کے امین تھے، وہی راستے آج دھول ہیں
جو درخت تھے ہمارے رازداں، وہ درخت آج اداس ہیں
[illegible]
نزہت جبین ضیاء

غزل

پارسائی کی قسم اتنا سمجھ میں آیا
حسن جب ہاتھ نہ آیا تو خدا کہلایا
جانے کیوں اب شب ہجراں پر بھی پیار آتا ہے
تیرا غم میری محبت کو کہاں لے آیا
میں تیری بزم سے اٹھ کر بھی تیری بزم میں ہوں
میں نے جب خود کو گنوایا تو تجھے اپنایا
رات کا شکر کہ اے انجم کہ دن ہوتے ہیں
تیرے پیکر سے اچٹ آئے گا تیرا سایا
ابر کے چاک سے جب رات ستارے جھانکے
اے میرے بھولنے والے تو بہت یاد آیا
بیچ دوں کیوں اسے اک نان جویں کے بدلے
میں نے جس دل کیلئے ایک جہاں ٹھکرایا
اس توقع پہ کہ شاید کبھی انسان سنبھلے
ہر نئے ظلم نے جینے پر مجھے اکسایا
رمضان تبسم پری ساہیوال

غزل

تیری یادوں کے دیئے بجھ نہیں سکتے
تیرے احسانوں کا بدلہ چکا نہیں سکتے
دل میں سجا رکھا ہے تیرا عکس ہم نے
چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ عکس مٹا نہیں سکتے
تیرے غم کو سینے میں چھپا لیا ہم نے
کتنا درد ہوا دل میں بتا نہیں سکتے
تم لوٹ آؤ واپس یہ ممکن نہیں
لیکن تیری راہوں سے نظر ہٹا نہیں سکتے
چاہے زندگی کتنی حسین ہو
لیکن تیرے بچھڑنے کا غم بھلا نہیں سکتے
سیف الرحمٰن زخمی سیالکوٹ

غزل

ہم بھول جائیں تو آج بہتر ہے
یہ سلسلے قربت کے جدائی کے
میں تیری یاد کو دل میں لیے پھرتا ہوں
[illegible]
ہم نے خوشبوؤں کی طرح مہک کی اکیلے دیکھے
گزر ہی جائیں گے یہ دن بھی تنہائی کے
[illegible]
بہتر ہے دیکھیں دن جدائی تنہائی کے
یہ بھی شاید زندگی کی اک ادا ہے تبسم
دیکھنے پڑتے ہیں شب و روز رسوائی کے
منظور اکبر تبسم
[illegible]
0345-3487779

دوست کیا خوب وفاؤں کا صلہ دیتے ہیں

دوست کیا خوب وفاؤں کا صلہ دیتے ہیں
ہر نئے موڑ پر ایک زخم بنا دیتے ہیں
تم سے خیر گھڑی بھر کی ملاقات رہی
لوگ صدیوں کی رفاقت کو بھلا دیتے ہیں
کیسے ممکن ہے کہ دھواں بھی نہ ہو اور دل بھی نہ جلے
چوٹ پڑتی ہے تو پتھر ہلا دیتے ہیں
کون ہوتا ہے مصیبت میں کسی کا
آگ لگتی ہے تو پتے بھی ہوا دیتے ہیں
جن پہ ہوتا ہے بہت دل کو بھروسہ
وقت پڑنے پر وہی لوگ دغا دیتے ہیں
ثریا محمد حسین ملک جھنگ

پنچھیوں کو کہاں پہ جانا ہے

پنچھیوں کو کہاں پہ جانا ہے
یہ شجر ہی تو بس ٹھکانا ہے دکھ
محبت ہمیشہ دیتی ہے
دل کا کہنا بھی کسی نے مانا ہے
اپنے ہاتھوں نہ کر اسے ضائع
زندگی ایک قیمتی خزانہ ہے
جو بتا دے نشان منزل کا بس
اسی راہ گزر پہ جانا ہے
ضبط غم میں حیات گزری ہے
کیا سنبھل کر قدم اٹھانا ہے
کچھ سمجھ میں مرے نہیں آتا
کیوں مخالف مرا زمانہ ہے
وقت رخصت تجھے پتہ ہی نہیں
شہزادہ کتنا رویا کل زمانہ ہے
(شہزاد سلطان کیف، الکویت، بھمبر)

غزل

تیرے عہد وفا کی عہد شکنی پہ
دل اک بار تو شق ہوا تھا
پر اب وہ دن گزر چکے ہیں
نہیں راتوں میں اب وہ بے قراری
اور نہ آنکھوں میں
اداس موسموں کی اجارہ داری
وہ مسرہ لبوں پر پھیکی ہنسی
جاناں اب کبھی آتی نہیں
کیونکہ میں نے پارہ پارہ ہر دے کو
پر خلوص لوگوں کی چاہت میں سمیٹ لیا ہے
شاعرہ: حمیرا نوشین منڈی بہاؤالدین

غزل

روٹھتے ہیں مناتے ہیں
قسموں قسمیں کھاتے ہیں
دلوں کے ہیر پھیر ہو جاتے ہیں
وقت زمانے بدل جاتے ہیں
پھر روتے ہیں رلاتے ہیں
ہنستے ہیں نا ہنساتے ہیں
سفر میں ساتھ چھوڑ جاتے ہیں
تھکتا ہے جب ایک مسافر
دوسرا مجبوری سے تھک جاتا ہے
کھیل ہیں عشق کے نرالے صاحب
ظاہر سے ہے وہ جیتا ہے بہت
مگر باطن سے وہ مر جاتا ہے
شاعرہ: زینب ملک ندیم